Tarseel, Vol. 17 (ISSN: 0975-6655)
A Peer Reviewed Research Journal of Urdu
(Listed in UGC-CARE)
Directorate of Distance Education
University of Kashmir

اکیسویں صدی میں جموں و کشمیر کی نظم نگاری

(مرد شعرا کے تناظر میں)

ڈاکٹر نصرت جبین

تلخیص

ریاست جموں و کشمیر میں اردو نظم کی موجودہ روایت قدرے توانا اور حوصلہ افزا ہے۔ اکیسویں صدی کی ان ابتدائی دہائیوں میں اس روایت کو جہاں اُن تخلیق کاروں نے نئی وسعتوں سے ہمکنار کیا ہے جو اس صدی سے قبل ہی ادبی اُفق پر نمودار ہوئے ہیں، وہیں کئی ایک شاعر ایسے بھی سامنے آئے ہیں جنہوں نے مختصر مدت میں ہی اس سرمائے کو اپنی تخلیقی ہنرمندیوں سے جلا بخشی ہے۔ اردو نظم نگاری کو مختلف ہیئتوں اور تکنیکوں سے لیس کرنے اور انسانی زندگی و متعلقات زندگی کی تمام تر رنگا رنگیوں کو اس میں بہ خوبی سمونے میں یہاں کے تخلیق کاروں کا رول ناقابلِ فراموش ہے۔ مذکورہ ریاست سے وابستہ ایسے شعرا و شاعرات کی ایک بڑی تعداد ہے جو معاصر نظمیہ روایت کو آگے بڑھانے میں پیش پیش ہیں لیکن اس تحقیقی مقالے میں خواتین تخلیق کاروں کے برعکس محض مرد نظم نگاروں کا تعارف اور ان کی فنی صلاحیتوں سے متعلق مختصراً روشنی ڈالی گئی ہے تا کہ ریاست جموں و کشمیر میں اردو نظم کے حالیہ منظرنامے سے قارئین بخوبی واقفیت حاصل کر سکیں گے۔

کلیدی الفاظ:

فنی اظہار، جمالیاتی ولسانی اظہار، ہئیت وتکنیک، باذوق قاری، سیاسی احتساب، دستور زبان بندی

وادیٔ کشمیر حسن وخوبصورتی میں قدرت کی فراخ دلی کی مظہر ہے۔ یہ خوب صورتی سبزہ زاروں، کوہساروں اور آبشاروں کے ساتھ ساتھ یہاں کے اذہان میں بدرجۂ اتُم موجود نظر آتی ہے۔ تخلیقی ادب پارے انسانی جذبات واحساسات، تجربات و مشاہدات اور تصورات ومفروضات کا خوب صورت اور سلیقہ مند فنی، جمالیاتی اور لسانی اظہار ہیں۔ جموں وکشمیر میں اُردو نظم کی تاریخ پر نظر دوڑاتے ہوئے کئی ایسے شاعروں سے ملاقات ہوجاتی ہے جنہوں نے ادبی اُفق پر اپنے منفرد شعور وادراک اور فنی و جمالیاتی امتیازات کے رنگارنگ اور انمٹ نقوش چھوڑے ہیں جو اپنی تخلیقی توانائی اور خوبصورت فن کاری کے باعث ہمیشہ یاد رکھے جانے کے قابل ہیں۔ جموں وکشمیر میں نظم نگاری کا ایک شاندار ماضی ہے۔ اس ضمن میں سیکڑوں ناموں کی ایک کہکشاں ذہن میں روشن ہونے لگتی ہے۔ جن سب کے نام لینا یہاں اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ فی زمانہ جموں وکشمیر میں جو شعرا اور شاعرات اپنے فن پاروں کے ذریعے سے نئے تخلیقی رویّوں کا مظاہرہ کر چکے ہیں یا کر رہے ہیں اور جو فکری، جمالیاتی، لسانی اور تہذیبی پختگی کے جلوے بکھیر رہے ہیں اُن میں سیفی سوپوری، حامدی کاشمیری، فاروق نازکی، پرتپال سنگھ بیتاب، رفیق راز، ہمدم کاشمیری، سلطان الحق شہیدی، مظفر ایرج، ایاز رسول نازکی، فرید پربتی، شفق سوپوری، نذیر آزاد، اقبال فہیم، زاہد مختار، اسماعیل آشنا، حسن انظر، حیات عامر حسینی، ساغر صحرائی، فدا راجوروی، پریمی رومانی، لیاقت جعفری، اشرف عادل، ستیش ومل، سید مبشر رفاعی، وغیرہ شامل ہیں۔

اکیسویں صدی میں جموں وکشمیر میں اُردو نظم کی جب ہم بات کرتے ہیں تو اس سلسلے میں ہمارے شاعروں نے اُردو نظم کی حنابندی کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا ہے۔ فکر اور فن کے اعتبار سے نظم کی جتنی بھی ہیئتیں ہیں اُن میں ہمارے شعرا نے اپنے مافی الضمیر کو اپنی اپنی فنی اور فکری صوابدید کے تحت ظاہر کیا ہے۔ آئیے اس مقالے کے تقاضوں کا لحاظ رکھتے ہوئے جموں وکشمیر کے اُن چند نظم نگار شعرا کا ماجمالی جائزہ پیش کرتے ہیں۔

مظفر ایرج:

اس سلسلے میں سب سے پہلے اُردو کے معروف شاعر مظفر ایرج کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ایرج کا شمار ریاستِ جموں

وکشمیر کے اُن شعرا میں کیا جاتا ہے جنھوں نے دہائیوں تک بلا ناغہ چکی کی مشقت کے ساتھ ساتھ مشقِ سخن جاری رکھا۔''ابجد''، ''انکسار''، ''ثبات''، ''دل کتاب''، ''ہوادشتِ دیار'' اور ''سخن آئینہ'' جیسے شعری مجموعہ جات کے ذریعہ موصوف نے اپنے شاعرانہ وجود کو ادبی محاذ پر منوانے کی کامیاب کوشش کی ہے۔اگر چہ موصوف بیسویں صدی کے ربع آخر سے ہی اُردو کے موقر رسائل و جرائد میں شائع ہوتے رہے لیکن اکیسویں صدی کی پہلی دہائی میں ہی اُن کے تین شعری مجموعے منصۂ شہود پر آ کر سنجیدہ ادبی حلقوں سے خراجِ تحسین وصول کیا۔ان کی ادبی زنبیل میں غزلوں کے ساتھ ساتھ نظموں کا ایک معتد بہ حصہ موجود ہے۔ ہیئتی اعتبار سے ان کی نظمیں آزاد ہیں جن میں مسحور کر دینے والی شعریت جستہ جستہ قاری کو اپنی جانب متوجہ کرتی ہے۔ان نظموں میں ایرج نے زندگی اور متعلقاتِ زندگی کے ساتھ ساتھ تلاشِ ذات اور انکشافِ ذات کے بلیغ اشارے پیش کیے ہیں۔ان نظموں کا ایک اختصاصی پہلو یہ بھی ہے کہ یہ عام قاری کے بجائے باذوق قاری کی ہی گرفت میں آجاتی ہیں۔اس سلسلے میں اُن کی نظم ''کھوج'' کا یہ حصہ ملاحظہ کریں:

سفر کی ابتدا میں تازہ دم نہ تھا
سفر کے اختتام پر مسافتوں کی بوجھ نے تھکا دیا
مجھے لگا کہ اُس نے میرے جسم پر یہ لکھ دیا
کہ میں طلسمِ ذات کا ، ادھوری کائنات کا
ابھرتے حادثات کا، غلط تصورات کا
اسیر ہوں ، ازل سے پائیمال ہوں [۱]

مظفر ایرج اپنے کلام میں قدرت کے سامنے انسان کے بے بس ہونے کا جو اظہار بار بار کر رہے ہیں وہ دراصل بنی نوع انسان کے وجودی مسائل کی جانب بامعنی اشارے ہیں۔ پروفیسر قدوس جاوید نے مظفر ایرج کی شعری بصیرتوں پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

''مظفر ایرج نے فلسفے کی ہیئت کو صیغۂ اظہار میں منتقل کرنے کی کوشش بھی کی ہے اور کافی حد تک کامیاب بھی رہے ہیں ۔اس طرح تو ایک طرف اُن کے تخلیقی وجدان کی راہ جدید فلسفیانہ اساس کی راہوں سے جاملتی ہے، دوسری طرف نئی شاعری جس کے نشانات فرد اور سماج کے

داخل اور خارج میں گردش کرتے منتشر عناصر میں پیوست ہیں۔مظہر ایرج کے یہاں زبان و بیان اور استدلال کا جو پیرایہ اختیار کیا گیا ہے وہ ان کے فکری سرمایے میں نئی حسیت سے وابستہ شاعری کے انہی عناصر کو جگہ دیتا ہے جنہیں اہم اور معتبر شعرا کے حلقوں میں اعتبار حاصل ہے''۲

رفیق راز:

جموں وکشمیر کے شعری منظرنامے میں رفیق راز ایک معتبر شاعر کی حیثیت سے اپنی شناخت رکھتے ہیں۔ان کا شعری سفر تقریباً نصف صدی پر محیط ہے۔اُردو کے رجحان ساز رسالہ''شب خون''میں تواتر کے ساتھ شائع ہو کر انہوں نے شاعری کے سنجیدہ قارئین اور سامعین سے خراجِ تحسین وصول کیا۔ان کی سخن وری کا چراغ گزشتہ کئی دہائیوں سے روشن ہے جو شعر وسخن کی ان گنت کرنوں سے جموں وکشمیر کی بزمِ ادب کو منور کر رہے ہیں۔رفیق راز بیک وقت اُردو اور کشمیری میں غزلیں کہنے کے ساتھ ساتھ نظمیں بھی لکھتے ہیں۔اُردو میں تا حال ان کے تین شعری مجموعے شائع ہوئے ہیں جن کے عنوانات اس طرح ہیں:

انہار (۱۹۸۲)

مشراق (۱۹۹۵)

نخلِ آب (۲۰۱۲)

غزلوں کے علاوہ رفیق راز کے یہاں نظمیہ شاعری کے اعلیٰ اور عمدہ نمونے نظر آتے ہیں۔ان کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے کم وبیش نظم کی ہر ہیئت میں طبع آزمائی کرتے ہوئے اپنے شاعرانہ انفراد اور امتیاز کو قائم کیا ہے۔ان کی ایک نظم ''تفتیش''میں تفتیش کار اور شاعر کے درمیان مکالمے موجودہ دور کے سیاسی احتساب اور دستورِ زبان بندی کی ترجمانی کر رہے ہیں۔تفتیش کار اس نظم میں شاعر سے اُس کے اظہار کے جرم کا حساب مانگتے ہوئے کہتا ہے کہ ؎

کیوں نہیں بتا رہا، کہاں سے کیا چُرایا ہے
آنکھ کھول کے دکھا ،کہ اس میں کیا چھپایا ہے
آنکھ دل دماغ ہیں شریک تیرے جرم میں
سنتے ہیں کہ شاعری کا شوق بھی چُرایا ہے
شاعری کے واسطے مواد چاہئے جو تھا

وہ مواد بھی بتا ، کہاں کہاں سے آیا ہے
تم یہ کس جہاں کا ذکر شاعری میں کرتے ہو
صفحۂ بیاض پر یہ کیسا گُل کھلایا ہے
منہ کو اب لگام دے ، بہت ہوا جواب دے
ٹھیک سے سوال سُن یہ شور کیا مچایا ہے

تفتیش کار کے جواب میں شاعر اپنے اقبالِ جرم کو اس طرح بیان کرتا ہے ۔

جس جہاں کا ذکر میری شاعری میں ہے بہت
اُس کو میں نے جسم کی حدود میں ہی پایا ہے
آگ لگ گئی تھی اور اُسی سے یہ دھواں اُٹھا
میں نے یہ کوئی سیاہ علم نہیں اٹھا یا ہے
میں نے اِک چراغ کیا جلایا شور مچ گیا
آپ نے جناب بستیوں ہی کو جلایا ہے

اس تفتیش کے دوران جب تفتیش کار ملزم یعنی شاعر کے جواب سے مطمئن نہیں ہوتا تو تنبیہ انداز میں تفتیش کار پھر پوچھتا ہے کہ ۔

منہ کو اب لگام دے ، بہت ہوا جواب دے
ٹھیک سے سوال سُن یہ شور کیا مچایا ہے
تو قبول کر چکا ہوا میں زہر تیرا ہے
زہر کے علاوہ اس میں اور کیا ملایاہے
لوگ مررہے ہیں روز، دیکھتا نہیں ہے تو
سچ بتا ہوا میں زہر تُو نے کیوں ملایا ہے

یہ نظم بظاہر ایک شاعر سے اُس کے اظہار کے جرم کی داستان پر مشتمل ہے لیکن بین السطور میں مقتدر طبقے کی مطلق

العنانیت کی زائیدہ وہ حرماں نصیبی اور زبان بندی کے حالات بیان کر رہی ہے۔محمد یوسف ٹینگ نے رفیق راز کی شاعری پر اپنے خیالات کو پیش کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ؎

''شاعر کی ایک بڑی آزمائش اُس وقت ہوتی ہے جب وہ مانوس اور پامال لہجوں کی دلدل سے نکل کر اُنہی الفاظ میں نئی روشنی تلاش کرنا چاہتا ہے، جو معنی کی ہم رنگی اور تہہ نشینی کے باوجود تازہ مہک پیدا کر سکیں اور اُن سے نئی راگنیوں کے سُر ابلنے لگیں۔ایسے لمحات میں خیال زندہ ہو کر سانس لینے لگتے ہیں اور لفظ انگاروں کی طرح دہکنے لگتے ہیں۔یہ دراصل شاعر کی اپنے میڈیم پر مکمل قدرت اور نصرت کی آئینہ داری ہوتی ہے۔رفیق راز اس کسوٹی پر سچا نکلتا ہے۔''۳

فرید پربتی:

جموں وکشمیر کے جن شعرا کو اکیسویں صدی میں اپنے نُدرتِ خیال اور فنی ارتکاز کی بدولت شہرت حاصل ہوئی اُن میں ڈاکٹر فرید پربتی کا نام نامی عزت واحترام سے لیا جاتا ہے۔فرید نے اگرچہ اپنی شناخت بطورِ ایک غزل گو شاعر کے قائم کر لی تھی اور رباعی گو شاعر اور ناقد کی حیثیت سے وہ انفرادی اور امتیازی شان بھی رکھتے تھے تاہم انہوں نے کچھ نظموں کے ذریعہ خود کو نظمیہ شاعر کے طور پر بھی منوالیا ہے۔موصوف نے اپنی شاعری میں اپنے وطنِ عزیز کی بے بسی اور لاچارگی کو بھی پیش کیا ہے۔گو کہ وادی کے سیاسی لوٹ مار اور آگ و آہن کے گرم ہونے کا تذکرہ ماضی قریب کی تاریخی کتابوں میں بطرزِ احسن ملتا ہے لیکن ایک معتبر شاعر کی حیثیت سے فرید نے یہاں کے درد و کرب اور بے چینی اور بے یقینی کی صورتِ حال کو اپنی ایک نظم ''زِروان'' میں بڑے سلیقے سے پیش کیا ہے ؎

ایک گھٹا ٹوپ اندھیرا ہے میرے چاروں طرف
میں کہ فریاد و فغاں کرکے ہی تھک ہار گیا
جس کے نم ناک شگوفوں نے نکھارا مجھ کو
پر شکستہ ہوں یہی سوچتا ہوں جس کے تلے
کوئی موسم یہاں آئے گا ضرور آئے گا
میرے کھوئے ہوئے بازو مجھے واپس کرنا ۴

فرید کی اس نظم کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں صرف درد و کرب کی ٹیسیں نہیں ملتیں اور نہ ہی قاری مایوسیوں اور ناامیدیوں کے دشتِ بے اماں میں کھو جاتا ہے بلکہ جگہ جگہ شاعر نے یاسیت کے حصار سے نکل کر آرزوں اور امیدوں کے خواب بُنے ہیں اور امن و امان کی فضا تشکیل دینے میں اصرار کیا ہے۔ اپنے مخاطب کو ہمراہ چلنے اور نئی زمینوں اور نئے زمانوں کو دریافت کرنے کا مشورہ بھی دیتے ہیں۔

ملال و رنج کی باتیں بہت ہوئیں اب تک
چلو بدل کے چلیں اب کے گفتگو کا مزاج

حسن انظر:

کشمیر کے موجودہ ادبی منظرنامے پر حسن انظر کا نام کسی کے لیے اجنبی نہیں ہے بلکہ انہوں نے انگریزی ادبیات کے مطالعہ سے اردو ادب میں داخل ہو کر جس انہماک و انجذاب کے ساتھ شعری سوغاتیں پیش کیں اُس سے ان کی ادبی شخصیت آشکار ہوگئی۔ اکیسویں صدی کی پہلی دہائی میں حسن انظر کا شعری مجموعہ ''صبا صورت'' کے نام سے ادبی حلقوں میں متعارف ہوا۔ انہوں نے اگرچہ غزل اور نظم دونوں میں طبع آزمائی کی لیکن ان کی نظموں کا آہنگ ان کے پختہ ادبی اور جمالیاتی شعور کا پتہ دیتا ہے۔ یہ نظمیں ماضی کی حسین اور دلکش یادوں سے بھی مزیّن ہیں اور حال کے سیاسی اور سماجی نشیب و فراز کا عندیہ بھی دیتی ہیں۔ اُن کی ایک مشہور نظم ''وہ لمحے نرالے ہوتے ہیں'' سے یہ اشعار دیکھ لیجئے

ہم سطحِ آب سے پل دو پل
مچھلی کی طرح اچھلیں بھی اگر
دریا کو نظر بھر دیکھیں بھی
تو کیا ہوگا ؟ ہاں لیکن وہ کچھ الگ قسم کے
مقدس لمحے ہوتے ہیں !
جب بند آنکھوں سے منظر منظر دیکھا سوچا جاتا ہے ۵؎

شفق سوپوری:

فی زمانہ جموں و کشمیر کے ادبی منظرنامے پر ڈاکٹر شفق سوپوری ایک نامور شاعر اور فکشن نگار کی حیثیت سے مناسب مقام

کے حامل ہیں۔ان کا ادبی سفر کم وبیش نصف صدی پر محیط ہے اور تاحال ان کے چار شعری مجموعے، چار ناول اور کئی تحقیقی وتنقیدی کتابیں سامنے آچکی ہیں اور اُن کا سفر ہنوز جاری ہے۔ وہ ایک معتبر شاعر کے طور پر ساری اُردو دنیا میں اپنی شناخت رکھتے ہیں۔ غزلیہ شاعری میں کلاسیکی رچاؤ اور جدتِ فکر کے امتزاج نے ان کے معیار اور وقار میں مزید اضافہ کردیا ہے۔ان کی نظموں کا موضوع عام طور پر سامنے کی زندگی کے وہ واقعات اور حالات ہیں جن سے ایک عام انسان ہر گزرتے لمحے میں جوجھ رہا ہے۔ ایسی نظموں میں ''ایک نظر''، ''میں کسی خواب کی روح ہوں''، ''میں بھی آواز کا سایہ ہوں''، ''میں یوں خواندہ ہوا''، ''وہ شبِ قدر تھی''، وغیرہ اپنے شعری آہنگ کی وجہ سے اہمیت کی حامل ہیں۔ان کی نظم ''میں بھی آواز کا سایہ ہوں'' سے یہ اقتباس ملاحظہ کیجئے ؎

برف کے اِن پہاڑوں کے پیچھے
مجھے ایک وادی ملی
میں صدا سن کے جس وقت نکلا سفر پر
مرے شہر میں موسمِ گل بجاتا تھا دف
گواب کے شربتوں میں عجب تھا نشہ[۶]

نذیر آزاد:

ریاستِ جموں وکشمیر کے سنجیدہ ادبی حلقوں میں نذیر آزاد اپنی ہمہ جہت ادبی خصوصیات کی بنیاد پر اہم مقام رکھتے ہیں۔ موصوف نے تاحال ایک درجن سے زائد کتابیں ادبی دنیا کو تفویض کی ہیں۔سال ۲۰۱۸ء میں ان کا شعری مجموعہ ''پردۂ سخن کا'' کے نام سے منصۂ شہود پر آیا جس میں غزلوں کے ساتھ ساتھ دس نظموں کا سرمایہ بھی شامل ہے۔اِن نظموں میں آزاد کی حساسیت کے مختلف جلوے نظر آتے ہیں جو قاری کو جستہ جستہ اپنی جانب متوجہ کرتے ہیں۔مجموعی طور پر معاشرتی زوال ان کی نظمیہ شاعری کا غالب موضوع رہا ہے۔اپنی ایک نظم ''سلوٹیں'' میں لکھتے ہیں ؎

ہماری ذہانت کے پوشاک پر
سلوٹیں روز بہ روز گہری
ہوتی جارہی ہیں
لگتا ہے کہ بہت جلد ہم

فقط سلوٹیں پہنے
سلوٹوں کا حصہ بننے والے ہیں
ویسے ہماری ذہانت کی پوشاک
کے تانے بانے
کسی نادیدہ گھر یا دفتر یا ہوٹل کے
کسی تاریک تہہ خانے میں بُنے جاتے ہیں ؎

بلراج بخشی:

بلراج بخشی کا تعلق صوبہ جموں کے ادھم پور علاقے سے ہے۔ وہ گزشتہ دو دہائیوں سے اس غیر اُردو علاقے میں فکر و خیال کے گُل بوٹے کھلا رہے ہیں۔ تا حال اُن کی نصف درجن کتابیں شائع ہو کر داد و تحسین وصول کر چکی ہیں۔ جن میں افسانوی مجموعہ ''ایک بوند زندگی''، اُردو کے افعال و اِسما پر مشتمل مجموعہ ''آسانیات''، شعری مجموعہ ''مٹی کے موسم'' بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں ۔بلراج بخشی نے غزلوں کے ساتھ ساتھ نظموں میں بھی اپنے مافی الضمیر کو پیش کیا ہے۔ ان کے اس مجموعہ کلام ''مٹی کے موسم'' میں انہوں نے ہر پانچ غزلوں کے بعد ایک نظم کو شامل کیا ہے۔ یہاں پر ان کی نظم ''قوس'' سے یہ بند بطورِ نمونہ پیش کیا جا رہا ہے ۔

وہیں ہیں درد، وہی غم، مسرتیں ہیں وہی
وہی فراق کی دوری ہے ، قربتیں ہیں وہی
محبتیں ہیں وہی اور تہمتیں ہیں وہیں
جنونِ عشق کے اعزاز و نعمتیں ہیں وہی

حسن اظہر:

جموں و کشمیر میں ادبِ اطفال کے تخلیق کاروں کے ضمن میں جو نام اعتبار کی حدوں تک پہنچ چکا ہے وہ نام حسن اظہر کا ہے۔ موصوف نے بچوں کے لیے نظموں کا ایک مجموعہ ''ہم سب بچے'' سال ۲۰۱۲ء میں شائع کیا ہے جو مختلف فطری اور ماحولیاتی موضوعات کا احاطہ کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے بچوں کے آس پاس کی چیزوں کو نظموں کا موضوع بنایا ہے۔ مثال کے طور پر ''مرغی''، ''کبوتر اور میں''، ''موبائل''، ''شیر اور چوہا''، ''میرا گاؤں''، ''ایک گیت''، ''آلودگی''، ''بن ماں کا بچہ'' وغیرہ

ایسی نظمیں ہیں جو بچوں کے لیے اخلاقی ،تعمیری اور اصلاحی مقاصد کو پورا کرنے کے لیے لکھی گئی ہیں۔نظم ''آلودگی'' کے یہ اشعار ملاحظہ فرمائیں ؎

آج کل ماحول آلودہ ہے سب
جاگ اے انسان جاگے گا تُو کب
کٹ چکے ہیں پیڑ جنگل کے سبھی
آگے کیا ہوگا یہ سوچا ہے کبھی
سبزہ زاروں پر بنی ہیں بستیاں
اب کہاں پر ہم کریں گے مستیاں
صاف ستھرا رکھنا ہے ماحول اب
جاگ اے انسان جاگے گا تُو کب

حسن اظہر کی نظمیں پابند ہیئت میں موجود ہیں اور شعریت کا بہتر تجربہ پیش کرتی ہیں۔

اس مختصر سے مضمون میں چند نظم نگار شعرا کا جائزہ اختصار سے پیش کیا گیا ہے تا کہ جموں وکشمیر میں اُردو کی نظمیہ شاعری کی صورتِ حال ابھر کر سامنے آسکے۔

جموں وکشمیر کے اردو معاصر نظم پر مباحث کو سمیٹتے ہوئے جو نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں وہ اس طرح ہیں:

۱) جموں وکشمیر کا تخلیقی منظر نامہ اردو زبان کے دوسرے مراکز کی طرح پرقوت اور ہمہ جہت ہے۔جس کا اظہار یہاں کے شعرا کے کلام میں جا بجا ہورہا ہے۔

۲) جموں وکشمیر کی معاصر اردو نظم میں مقامی تہذیب وثقافت اور رسوم وروایات کا اظہار نہایت تخلیق ثروت مندی اور فنی ہنر مندی کے ساتھ ہورہا ہے۔

۳) جموں وکشمیر میں اردو کی نظمیہ شاعری اپنی روایت سے نمو پذیری کے عمل کا عمدہ ثبوت ہے۔

۴) جموں وکشمیر کے نظم نگار شعرا اور اردو نظم کی تغیر پزیر شعرایات میں اپنی صوابدید کے مطابق مثبت اور تعمیری کردار ادا کررہے ہیں۔

۵) جموں وکشمیر کی معاصر اردو شاعری میں جہاں سر برآوردہ تخلیق کار اپنی تخلیقی صفات کا اظہار اپنی نظم میں کررہے ہیں وہیں نو

واردان ادب بھی شعر وسخن کے میدان میں مشق سخن کے عمل میں مصروف ہیں۔

ان نتائج کے بعد یہ کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جموں وکشمیر کی معاصر اردو نظم اپنی ہمہ گیریت اور ثقافتی بو باس کی بنیاد پر صحت مندی کے ساتھ رواں دواں ہے۔

ooo

حوالہ جات:

۱۔سخن آئینہ،مظفر ایرج، براق پبلیکیشنز، بائی پاس سرینگر،۲۰۱۲،ص:۱۲۵

۲۔سخن آئینہ کا فلیپ از قدوس جاوید، براق پبلیکیشنز، سری نگر،۲۰۱۲

۳۔رفیق راز: نہر شر کا ساربان، از محمد یوسف ٹینگ مشمولہ سبقِ اُردو، بابت اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۹ء، بھدوہی، اتر پردیش، صفحہ نمبر ۱۶

۴۔ہجومِ آئینہ، فرید پربتی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی،۲۰۱۰،ص:۳۲۹

۵۔وہ لمحے نرالے ہوتے ہیں، از حسن انظر، مشمولہ شیرازہ، جلد ۵۳، شمارہ ۱۰۔۸، کلچرل اکادمی، سرینگر، ص:۲۵۲

۶۔میں بھی آواز کا سایہ ہوں، از شفق سوپوری، مشمولہ شیرازہ، جلد ۵۳، شمارہ ۱۰۔۸، کلچرل اکادمی، سرینگر، ص:۲۳۱

۷۔نذیر آزاد، پردہ سخن کا، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی،۲۰۱۸ء،۱۵۷

ooo

رابطہ:

ڈاکٹر نصرت جبین

اسسٹنٹ پروفیسر اردو

سینٹرل یونیورسٹی آف کشمیر

گاندربل، کشمیر